فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۹۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا تین بار سورت اخلاص پڑھنا پورا قرآن پڑھنے کے برابر ہے؟

جواب: سورت اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔(صحیح مسلم:۸۱۱) اس سورت کا ثواب ایک تہائی قرآن کے برابر ضرور ہے، مگر یہ ایک تہائی قرآن سے کفایت نہیں کر سکتی، اسے یوں سمجھئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے، گویا کہ اس نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چار غلام آزاد کیے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ .(صحيح مسلم : ٢٦٩٣)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس پر چار غلام آزاد کرنا واجب ہوں، کیا اسے دس مرتبہ ان کلمات کا ورد کرنا کفایت کرے گا؟ بالکل نہیں، البتہ ثواب ان دونوں کا برابر ہے۔

اسی طرح جو شخص نماز میں سورت اخلاص تین مرتبہ پڑھے، یہ سورت فاتحہ سے کفایت نہیں کرے گی۔

بعض اہل علم نے ایک تہائی قرآن کے برابر ہونے کی توجیہ یوں بیان کی ہے کہ قرآن کریم میں تین بڑی مباحث ہیں:

① اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبریں۔

② مخلوقات کے بارے میں خبریں، جیسا کہ پہلی امتوں کے احوال وظروف،

اسی طرح موجودہ یا آئندہ حالات کی بابت خبریں۔

③ توحید و رسالت اور نماز وغیرہ کے احکام و مسائل۔

سورت اخلاص پہلے موضوع کو سموئے ہوئے ہے، لہذا یہ تہائی قرآن ہے۔

سوال: کیا کسی کی طرف سے فرض نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: کسی کی طرف فرض یا نفل نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : 2918، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی کسی زندہ یا مردہ کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا، وہ نماز فرض ہو، سنت ہو یا نفل۔'' (الاستذكار : 167/10، 66/12)

❁ علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوْا أَنَّهٗ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔''

(عمدة القاري : 125/9)

سوال: کیا ڈاڑھی منڈے کو سلام کہنا جائز ہے؟

جواب: ہر مسلمان کو سلام کہا جا سکتا ہے، خواہ وہ صالح ہو یا فاسق۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ : تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ .

''ایک شخص نے دریافت کیا، کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: کھانا کھلائیں اور آشنا اور نا آشنا کو سلام کہیں۔''

(صحيح البخاري : 12؛ صحيح مسلم : 39)

سوال: امہات المؤمنین پر پردہ کیوں واجب تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات جو مؤمنوں کی مائیں ہیں، پر بھی پردہ واجب تھا۔ اس لیے کہ وہ بھی احکام الٰہیہ کی مکلّف تھیں، تو جس طرح ان پر دیگر احکام واجب تھے، اسی طرح پردہ بھی واجب تھا، نیز پردے میں عورت کی عزت وتکریم بھی اور آبرو کی حفاظت بھی اور ان سب چیزوں کی امہات المومنین زیادہ لائق ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾(الأحزاب : ٥٩)

''اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ بڑی چادریں اوڑھا کریں۔''

سوال: وفات کے بعد والدین کے گناہ معاف کروانے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: والدین اگر عقیدہ توحید پر فوت ہوئے، تو ان کے گناہوں کی معافی کے لیے رب تعالیٰ سے دعائیں کی جائیں۔ دعاؤں کا اثر والدین تک پہنچتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ؛ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهٗ .

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے،تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں،مگر تین اعمال (کہ ان کا اجر ملتا رہتا ہے۔) ① صدقہ جاریہ ② علم،جس سے نفع حاصل کیا جاتا رہا ③ نیک اولاد، جو اس کے لیے دعا کرے۔''

(صحيح مسلم :1631)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهٗ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ : أَنّٰى هٰذَا؟ فَيُقَالُ : بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ .

''آدمی کا جنت میں درجہ بلند ہوتا ہے،تو وہ پوچھتا ہے: میرے رب! یہ کس طرح ہوا؟ تو اسے کہا جاتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لیے استغفار کی ہے۔''

(سنن ابن ماجه : 3660، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(تخريج أحاديث الإحياء، ص 370)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح ہے،اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

(مِصباح الزّجاجة : 4/98)

(سوال): بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوشحمہ نے زنا کیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر سو کوڑوں کی حد جاری کی، ابھی کوڑے مکمل نہیں ہوئے تھے کہ ابوشحمہ کی وفات ہو گئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بقیہ کوڑے اس کی نعش پر مارے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): جھوٹا اور باطل واقعہ ہے۔

❁ سعید بن مسروق رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَدْخُلُ عَلٰى آلِ عُمَرَ، أَوْ مَنْزِلِ عُمَرَ، قَال: وَمَعَهَا صَبِيٌّ، فَقَالَ: مَنْ ذَا الصَّبِيُّ مَعَكِ؟ قَالَ: فَقَالَتْ: هُوَ ابْنُكَ، وَقَعَ عَلَيَّ أَبُو شَحْمَةَ، فَهُوَ ابْنُهُ، قَالَ: فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عُمَرَ فَأَقَرَّ، فَقَالَ عُمَرُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اجْلِدْ وَاضْرِبْ، قَالَ: فَضَرَبَهُ عُمَرُ خَمْسِينَ ضَرْبَةً وَضَرَبَهُ عَلِيٌّ خَمْسِينَ، قَالَ: فَأُتِيَ بِهٖ، فَقَالَ لِعُمَرَ: يَا أَبَةُ، قَتَلْتَنِي، قَالَ: إِذَا لَقِيتَ رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ أَبَاكَ يُقِيمُ الْحُدُودَ.

''ایک عورت کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گھر میں آنا جانا تھا۔ (ایک مرتبہ) اپنے ساتھ ایک بچہ لے کر آئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہنے لگی: یہ آپ کا پوتا اور ابوشحمہ کا بیٹا ہے۔ اس نے مجھ سے زنا کیا تھا۔ سیدنا عمر نے ابو شحمہ سے پوچھا، تو اس نے اقرار کر لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اسے کوڑے ماریں۔ سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے اسے پچاس پچاس کوڑے مارے۔ ابوشحمہ کو لایا گیا، تو وہ سیدنا عمر سے کہنے لگا: ابو جان! آپ

نے تو مجھے مار ہی ڈالا ہے۔اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جب اللہ سے ملو،تو کہہ دینا تیرا باپ (عمر) حدود نافذ کرتا ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير للجَورقاني: 576، 577، 578، 579)

❀ حافظ جورقانی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ بَاطِلٌ، وَإِسْنَادُهُ مُنْقَطِعٌ ...... وَهٰذَا الْحَدِيثُ وَضَعَهُ الْقَصَّاصُ، فَمَنْ لَمْ يَتَبَحَّرْ فِي الْعُلُومِ خَفِيَ عَلَيْهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَلَدَ ابْنًا لَهُ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شَحْمَةَ بِسَبَبِ الزِّنَا، فَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبُهْتَانِ وَالنِّفَاقِ وَالْخُذْلَانِ.

''موضوع'' اور ''باطل'' روایت ہے، اس کی سند ''منقطع'' ہے۔ ...... یہ روایت قصہ گو لوگوں کی گھڑنتل ہے۔متبحر فی العلوم علمائے کرام پر تو یہ پوشیدہ رہا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ابوشحمہ نامی بیٹے کو زنا پر کوڑے لگائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ، بہتان بازی،نفاق اور گمراہی سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔''

(الأباطيل والمَناكير: 228/2)

اس واقعہ کی ساری کی ساری سندیں ''جھوٹی'' ہیں، نیز اسے حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ''الموضوعات'' (۲۷۵/۳) میں ذکر کیا ہے۔

سوال: شاہی مسجد لاہور میں کچھ اشیا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پگڑی ہے، یہ عصا مبارک ہے، یہ تلوار ہے، وغیرہ وغیرہ۔ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: جس چیز کی نسبت انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف ثابت ہو جائے، اس کا

احترام واجب ہے۔لیکن بعض بغیر دلیل کے بعض چیزیں نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔جس طرح کوئی جھوٹی بات نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا حرام اور جرم عظیم ہے، اس پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے، اسی طرح کسی جھوٹی چیز کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا حرام اور جرم عظیم ہے، اس پر بھی وہی وعید ہے، جو جھوٹی بات پر ہے، جیسا کہ بعض جگہوں پر نبی کریم ﷺ موئے مبارک، عصا مبارک، جوتا مبارک اور عمامہ مبارک وغیرہ کی موجودگی کا دعویٰ کیا جاتا ہے، ان کی زیارت بھی کرائی جاتی ہے، اس نسبت کی تعظیم کی جاتی ہے، جبکہ ان کے پاس ان دعووں کی تصویب وتوثیق پر کوئی دلیل نہیں ہوتی، لہٰذا یہ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے۔

✿ مفتی محمد شریف الحق امجدی بریلوی (مبارک پور، اعظم گڑھ، یو، پی) لکھتے ہیں:

> ''محض شاہی مسجد میں رکھا ہونا، کوئی ثبوت نہیں کہ فلاں چیز حضور اقدس ﷺ کی استعمال کی ہوئی ہے، اس کے لیے ثبوت کی حاجت ہے، اس لیے دلیل آپ کے ذمے ہے۔''

(فتاویٰ شارح بخاری: ۱/۴۷۹)

سوال: معاہدہ اور وعدہ کی خلاف ورزی گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟

جواب: معاہدہ فریقین کی طرف سے ہوتا ہے، جبکہ وعدہ فریق واحد کی طرف سے ہوتا ہے، جان بوجھ کر دونوں کی خلاف ورزی کرنا گناہِ کبیرہ ہے، البتہ اگر خلاف ورزی بھول کر یا غلطی سے ہوگئی، تو یہ گناہ کبیرہ نہیں۔

✿ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ (بني إسرائيل: ٣٤)

''عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے پوچھا جائے گا۔''

(سوال): جس کاغذ کو قرآن تحریر کرنے کی نیت سے خریدا ہو، مگر بعد میں اس پر قرآن تحریر نہ کیا گیا ہو، تو کیا اس کاغذ کی تعظیم ضروری ہے؟

(جواب): اس کاغذ کی تعظیم واحترام ضروری نہیں، کیونکہ اس پر کلام الٰہی لکھا ہی نہیں گیا۔

(سوال): قرآن کریم غلطی سے گر گیا، تو اس پر کیا کفارہ ہے؟

(جواب): اگر مصحفِ قرآنی غلطی سے گرا ہے، تو اس پر کوئی کفارہ یا مؤاخذہ نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مصحف کی قیمت کے برابر صدقہ کرنا واجب ہے، جبکہ یہ بے دلیل بات ہے۔ اگر کسی نے اہانت کے طور پر مصحف کو جان بوجھ کر گرایا ہے، تو یہ قرآن کی توہین واستخفاف ہے، جو کہ کفر وارتداد ہے، ایسا شخص توبہ ور جوع نہ کرے، تو مرتد ہو جائے گا۔

۞ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْمُصْحَفِ أَوِ التَّوْرَاةِ أَوِ الْإِنْجِيلِ أَوِ الزُّبُورِ كَفَرَ .

''جس نے مصحف قرآنی یا تورات یا انجیل یا زبور کا استخفاف کیا، وہ کافر ہے۔''

(الإعلام بقَواطع الإسلام، ص 203)

(سوال): حیوانات کے مرنے کے بعد ان کی ارواح کہاں ہوتی ہیں؟

(جواب): مرنے کے بعد حیوانات کی ارواح کہاں ہوتی ہیں، اس بارے میں کتاب وسنت نے کوئی راہنمائی نہیں کی۔ اس مسئلہ میں اہل علم نے مختلف آراء پیش کی ہیں، مگر درست اور صواب رائے یہی ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ روح اللہ تعالیٰ کا اَمر ہے، اس کا مکمل علم ہمیں نہیں دیا گیا۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ روح کے متعلق جتنا علم کتاب وسنت میں دیا گیا ہے، اسے حق

تسلیم کریں اور باقی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں، یہی عافیت کا راستہ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (بني إسرائيل: ٨٦)

''(اے نبی!) لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا ''امر'' ہے اور تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔''

سوال: پیوند لگا ہوا کپڑا پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: لباس پاک صاف اور ساتر ہونا چاہیے، کپڑے کا نیا ہونا شرط نہیں، پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، وَقَدْ رَقَعَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ بِرِقَاعٍ ثَلَاثٍ لَبَّدَ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ .

''میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، جب وہ مدینہ میں امیر المومنین تھے، آپ کے کندھوں پر تہہ بہ تہہ تین پیوند لگے ہوئے تھے۔''

(مؤطأ الإمام مالك: 918/2، وسندهٗ صحيحٌ)

البتہ اگر اللہ تعالیٰ نے فراوانی دی ہو، تو اس کا اظہار لباس میں بھی ہونا چاہیے، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جائز اظہار ہے۔

سوال: مندرجہ ذیل حدیث کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

إِذَا أَرَدْتِ اللُّحُوقَ بِي فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ، وَإِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْأَغْنِيَاءِ، وَلَا تَسْتَخْلِقِي ثَوْبًا حَتّٰى تُرَقِّعِيهِ.

''اگر آپ (جنت میں) میرے ساتھ ملنا چاہتی ہیں، تو دنیا کے اتنے ہی مال پر کفایت کرنا، جتنے مال پر مسافر زادراہ کے لیے کفایت کرتا ہے، مالداروں کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز کرنا اور تب تک کپڑے کو پرانا سمجھ کر ناکارہ نہ کرنا، جب تک اسے پیوند نہ لگالو۔''

(سنن التّرمذي: 1780)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔ صالح بن حسان مدنی ''متروک ومنکر الحدیث'' ہے۔

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتِّفَاقُهُمْ عَلٰى ضَعْفِ صَالِحِ بْنِ حَسَّانَ.

''محدثین کا صالح بن حسان کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مِصباح الزُّجاجة: 141/1)

❁ اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ.

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(المَوضوعات: 140/3)

جس روایت میں صالح بن حسان کی متابعت عروہ بن رویم نے کی ہے۔

(علل الدّارقطني: 192/14)

وہ سند ضعیف اور مرسل ہے۔

① امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کا مرسل ہونے کو ہی صحیح قرار دیا ہے، نیز اس روایت کو ''غیر ثابت'' بھی قرار دیا ہے۔

② سعید بن عبدالعزیز تنوخی آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، مبشر بن اسماعیل اور خالد بن مخلد کا ان سے قبل از اختلاط روایت کرنا ثابت نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی اسی معنی کی ایک اور روایت بھی مروی ہے۔

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 7010)

اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے۔

① سوید بن عبدالعزیز ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② نوح بن ذکوان بصری ''ضعیف'' ہے۔

(تقريب التّهذيب : 7206)

③ یحییٰ بن ابی کثیر مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

④ مسلم بن یحییٰ طائی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

⑤ غالب کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

سند میں اور بھی خرابی ہے۔

سوال: کیا چاند پر پہنچنا شریعت کے خلاف ہے؟

جواب: چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جسے افلاک عالم میں مسخر کیا گیا ہے، یہ بھی زمین کی طرح ایک کرہ ہے۔ کتاب وسنت میں کہیں منع نہیں کیا گیا کہ ایک کرہ کی مخلوق دوسرے کرہ پر نہیں جا سکتی۔ اگر سائنسی ترقی اور جدید تحقیقات کے لیے چاند یا کسی اور کرہ پر جانا ممکن ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

بعض لوگ جو آسمانوں کا انکار کرتے ہیں، وہ چاند پر پہنچنے کو آسمانوں کے انکار پر دلیل بناتے ہیں کہ اگر آسمان ہوتا، تو چاند پر پہنچنا ممکن نہ ہوتا، کیونکہ چاند تو آسمان میں ہے۔

یہ یاد رہے کہ سورج، چاند اور دیگر سیارے وستارے آسمان سے بہت نیچے ہیں۔ یہ خلا میں تیر رہے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُونَ﴾ (الأنبياء : ۳۳، يٰسٓ : ٤٠)

''(سورج چاند وغیرہ) سب فلک میں گردش کر رہے ہیں۔''

قرآن کریم نے جو خبر دی ہے کہ چاند ستارے آسمان میں ہے، تو اس سے مراد ''بلندی'' ہے، کیونکہ ''سماء'' کا لغوی معنیٰ ''بلندی'' ہے، لہٰذا چاند پر جانے سے قرآنی آیات کا انکار لازم نہیں آتا، کیونکہ نہ تو قرآن نے چاند پر جانے کے عدم امکان کی بات کی ہے اور نہ یہ کہا ہے کہ چاند پر جانے کے لیے آسمان پار کرنا پڑتا ہے۔

(سوال): روز قیامت کس نام سے پکارا جائے گا، باپ کے نام سے یا ماں کے نام سے؟

(جواب): روزِ قیامت باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔ ماں کے نام سے پکارے جانے پر کوئی صحیح ثابت دلیل نہیں۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ : هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ .

''دھوکا باز کے لیے روزِ قیامت ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کے دھوکے کا نشان ہے۔''

(صحيح البخاري : 6178)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) کہتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ رَدٌّ لِقَوْلِ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُمْ لَا يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا بِأُمَّهَاتِهِمْ سَتْرًا عَلَى آبَائِهِمْ ...... وَالدُّعَاءُ بِالْآبَاءِ أَشَدُّ فِي التَّعْرِيفِ وَأَبْلَغُ فِي التَّمْيِيزِ .

''اس حدیث میں اس شخص کا رد ہے، جو کہتا ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کے باپوں پر پردہ پوشی کی غرض سے صرف ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا...... باپ کے نام سے پکارنا تعریف وتمیز میں زیادہ مؤثر ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 335/9، فتح الباري لابن حجر : 563/10)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

تَضَمَّنَ الْحَدِيثُ أَنَّهٗ يُنْسَبُ إِلٰى أَبِيهِ فِي الْمَوْقِفِ الْأَعْظَمِ .

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ انسان کو محشر میں باپ سے منسوب کیا جائے گا۔''

(فتح الباري : 563/10)

یہ کہنا کہ لوگوں کو روز قیامت ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا، بے اصل اور بے حقیقت ہے۔اس بارے مروی روایات کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے؛

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُدْعَى النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأُمَّهَاتِهِمْ سَتْرًا مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمْ .

''قیامت کے دن لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی کیے جانے کی وجہ سے اپنی ماؤں کے ناموں سے پکارے جائیں گے۔''

(الكامل لابن عدي :343/1)

سند جھوٹی ہے۔ اسحاق بن ابراہیم طبری ''منکر الحدیث'' ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے ''الموضوعات'' (۱۷۹۸) میں ذکر کیا ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرُ الْمَتْنِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الطَّبَرِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ .

''اس سند سے اس حدیث کا متن منکر ہے، اسحاق طبری منکر الحدیث ہے۔''

اسحاق طبری کو امام ابن حبان (کتاب المجروحین: ۱/۱۳۷) نے ''منکر الحدیث جدا'' اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (الضعفاء: ۹۸) نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

❀ امام حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَوٰى أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً .

''اس نے من گھڑت احادیث بیان کی ہیں۔'' (المَدخَل : 119)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَدْعُو النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِهِمْ (وَالصَّحِيحُ : بِأُمَّهَاتِهِمْ، كَمَا فِي اللَّآلِي الْمَصْنُوعَةِ لِلسُّيُوطِيِّ : ٤٤٩/٢) سَتْرًا مِنْهُ عَلٰى عِبَادِهِ .

''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز لوگوں کو اپنے بندوں کی پردہ پوشی کی وجہ سے ان کی ماؤں کے ناموں سے پکارے گا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11242)

سند من گھڑت ہے۔

① اسحاق بن بشر ابوحذیفہ متروک اور وضاع (حدیثیں گھڑنے والا) ہے۔

② ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔

(فتح الباري : 563/10)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ بَاطِلٌ وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ بِخِلَافِهِ .

''یہ حدیث باطل ہے۔ صحیح احادیث اس کے خلاف ہیں۔''

(المَنار المُنيف، ص 139، تحفة المَودود، ص 147)

③ سعید بن عبداللہ اودی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُّ أَبَا أُمَامَةَ، وَهُوَ فِي النَّزْعِ، فَقَالَ : إِذَا أَنَا مُتُّ، فَاصْنَعُوا بِي كَمَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَّصْنَعَ بِمَوْتَانَا، أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : «إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِّنْ إِخْوَانِكُمْ، فَسَوَّيْتُمِ التُّرَابَ عَلٰى قَبْرِهٖ، فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلٰى رَأْسِ قَبْرِهٖ، ثُمَّ لِيَقُلْ : يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ! فَإِنَّهٗ يَسْمَعُهٗ، وَلَا يُجِيبُ، ثُمَّ يَقُولُ : يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهٗ يَسْتَوِي قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ : يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ! فَإِنَّهٗ يَقُولُ : أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللّٰهُ، وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ، فَلْيَقُلِ : اذْكُرْ مَا

خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا ؛ شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، وَأَنَّكَ رَضِيتَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا، وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا، فَإِنَّ مُنْكَرًا وَّنَكِيرًا يَأْخُذُ وَاحِدٌ مِنْهُمْا بِيَدِ صَاحِبِهٖ، وَيَقُولُ : انْطَلِقْ بِنَا، مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ قَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهٗ، فَيَكُونُ اللّٰهُ حَجِيجَهٗ دُونَهُمَا، فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! فَإِنْ لَّمْ يَعْرِفْ أُمَّهٗ؟ قَالَ : فَيَنْسُبُهٗ إِلٰى حَوَّاءَ؛ يَا فُلَانَ بْنَ حَوَّاءَ .

''میں سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا، جب وہ جان کنی کی حالت میں تھے۔فرمانے لگے: جب میں فوت ہو جاؤں، تو میرے ساتھ وہی معاملہ کرنا، جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب کوئی فوت ہو جائے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر دیں، تو ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے: اے فلاں! جب وہ یہ کہے گا تو مُردہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا، مُردہ یہ بات سنے گا، لیکن جواب نہیں دے گا۔پھر کہے: اے فلاں! وہ کہے گا: اللہ تجھ پر رحم کرے! ہماری رہنمائی کر، لیکن آپ اس کا شعور نہیں رکھتے۔پھر کہے کہ وہ بات یاد کر، جس پر دنیا سے رخصت ہوا ہے۔اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔تُو اللہ کے رب ہونے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے، اسلام کے دین ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔منکر اور

نکیر میں سے ایک، دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے : چلو، جس آدمی کو اس کا جواب بتا دیا گیا ہو، اس کے پاس ہم نہیں بیٹھتے۔ چنانچہ دونوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اس کا حامی بن جائے گا۔ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر وہ (تلقین کرنے والا) اس (مرنے والے) کی ماں کو نہ جانتا ہو، تو (کیا کرے)؟ فرمایا: وہ اسے حواء علیہا السلام کی طرف منسوب کر کے کہے، اے حواء کے فلاں بیٹے!''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 250/8، ح : 7979، الدّعاء للطّبراني : 298/3، ح : 1214، وصايا العلماء لابن زبر، ص 46-47، الشّافي لعبد العزيز، نقلًا عن التّلخيص الحبير لابن حجر : 136/2، اتّبا ع الأموات للإمام إبراهيم الحربي، نقلًا عن المَقاصد الحَسنة للسّخاوي : 265، الأحكام للضّياء المقدسي، نقلًا عن المقاصد الحسنة للسّخاوي : 265)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① اسماعیل بن عیاش کی اہل حجاز سے بیان کردہ روایت ''ضعیف'' ہوتی ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ أَهلِ بَلَدِهِ، مُخَلَّطٌ فِي غَيْرِهِمْ.

''اپنے اہل علاقہ (اہل شام) سے بیان کریں، تو صدوق ہیں، کسی اور سے بیان کریں، تو حافظے کی خرابی کا شکار ہوتے ہیں۔''

(تقريب التّهذيب : 473)

یہ روایت بھی حجازیوں سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔ یہ جرح مفسر ہے۔

② عبداللہ بن محمد قرشی غیر معروف ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰہِ، لَا یُدْرٰی مَنْ هُوَ؟

''یہ عبداللہ، معلوم نہیں ہو سکا کہ کون ہے؟''

(میزان الاعتدال: 244/3، ت: عمران بن ہارون)

③ یحییٰ بن ابی کثیر ''مدلس'' ہیں۔ سماع کی تصریح نہیں ملی۔

④ سعید بن عبداللہ اودی کی توثیق نہیں مل سکی۔

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ جَمَاعَةٌ، لَمْ أَعْرِفْهُمْ.

''اس (طبرانی) کی سند میں کئی راوی ہیں، جنہیں میں پہچان نہیں سکا۔''

(مَجمع الزّوائد: 45/3)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ.

''محدثین کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(تحفة المودود، ص 149)

۞ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

يَتَحَصَّلُ مِنْ كَلَامِ أَئِمَّةِ التَّحْقِيقِ أَنَّهٗ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ.

''محققین ائمہ کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔''

(سُبُل السّلام: 157/2)

تنبیہ:

۞ علامہ زمخشری حنفی (۵۳۸ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ بِدَعِ التَّفَاسِيرِ؛ أَنَّ الْإِمَامَ جَمْعُ أُمٍّ، وَأَنَّ النَّاسَ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأُمَّهَاتِهِمْ، وَأَنَّ الْحِكْمَةَ فِي الدُّعَاءِ بِالْأُمَّهَاتِ دُونَ الْآبَاءِ رِعَايَةُ حَقِّ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَإِظْهَارُ شَرَفِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، وَأَنْ لَّا يَفْتَضِحَ أَوْلَادُ الزِّنَا، وَلَيْتَ شَعْرِي أَيُّهُمَا أَبْدَعُ؟ أَصِحَّةُ لَفْظِهِ أَمْ بِهَاءِ حِكْمَتِهِ؟

''یہ بدعی تفسیر ہے کہ ''امام'' اُم کی جمع ہے، کہ روز قیامت لوگوں کو ان کی ماؤں کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ باپوں کو چھوڑ کر ماؤں کے نام سے پکارنے میں حکمت یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حق کی رعایت رکھی جائے، حسنین کریمین کے شرف کو ظاہر کیا جائے اور اس لیے کہ زنا سے پیدا ہونے والے رسوا نہ ہوں۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ یہ لفظ زیادہ بدعی ہے یا اس میں بیان کردہ حکمت؟''

(الکشّاف: 682/2)

تنبیہ:

۞ شیعہ عالم حر عاملی (۱۱۰۴ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ النَّاسَ يُدْعَوْنَ بِأَسْمَاءِ أُمَّهَاتِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا الشِّيعَةُ فَيُدْعَوْنَ بِأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ.

''روز قیامت لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا، سوائے شیعہ کے، انہیں اپنے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا۔''

(الفصول المهمة، ص 124)

❀ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (م۱۱۱۱ھ) نے بحار الانوار (۷/۲۳۷) میں باب قائم کیا ہے:

بَابٌ أَنَّهُ يُدْعَى النَّاسُ بِأَسْمَاءِ أُمَّهَاتِهِمْ إِلَّا الشِّيعَةُ .

''اس بات کا بیان کہ (روز قیامت) شیعہ کے علاوہ تمام لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔''

فائدہ:

دنیا میں کسی کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرنے کا جواز ہے، جیسا کہ ابن عرقہ۔

(صحيح مسلم : 1769)

عبداللہ بن مالک ابن بحینہ۔ بحینہ، عبداللہ کی ماں ہے۔ محمد بن علی ابن الحنفیہ۔ حنفیہ، محمد کی ماں ہے، اسماعیل ابن علیہ۔ ''علیہ'' اسماعیل کی ماں ہے، وغیرہ۔

فائدہ:

❀ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَائَكُمْ .

''آپ کو قیامت کے دن اپنے اور باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا، لہٰذا اپنے نام اچھے رکھا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 194/5، سنن أبي داوٗد : 4948)

سند ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِبْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ أَبَا الدَّرْدَاءِ .

''ابن ابی زکریا نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔''

امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يَسْمَعْ أَبَا الدَّرْدَاءِ .

''عبداللہ بن ابی زکریا نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''(المَراسیل : 113)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا مُرْسَلٌ، اِبْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ .

''یہ مرسل (منقطع) ہے، ابن ابی زکریا نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔''

(السّنن الکبرٰی : 306/9)

لہٰذا امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۸۱۸) کا اس حدیث کو ''صحیح''، حافظ نووی رحمہ اللہ (الاذکار، ص۲۵۵) کا اس کی سند کو ''جید'' اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (تحفۃ المودود، ص۸۱) کا اس کی سند کو ''حسن''، کہنا درست نہیں۔